امریکی حکومت ،صہیونیت کے نرغے میں

تنویر قیصر شاہد°

نئے امریکی صدر، ڈونلڈ ٹرمپ نے حکومت چلانے کے لیے ابتدائی طور پر اپنے جن قریبی اور معتمد ساتھیوں کا انتخاب کیا، اِسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ عرب ممالک، کشمیر اور فلسطین سے کس طرح کے تعلقات استوار کرنا چاہتے ہیں۔ اُنھوں نے سینیٹر جیف سیشنز کو امریکی اٹارنی جنرل، مائیک پامپیو کو سی آئی اے کا سربراہ، جنرل (ر) میٹس کو وزیر دفاع اور جنرل (ر) مائیکل فیلن کو نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر بنایا (مائیکل فیلن کی تو اپنے کرتوتوں کے باعث چند دن پہلے چھٹی ہوگئی ہے)۔ یہ چاروں افراد ماضی قریب میں اسلام اور مسلمانوں سے بے زاری کا کھلم کھلا اظہار کر چکے ہیں۔ اسلام کے بارے میں کہے گئے اُن کے دل آزار الفاظ یہاں نقل ہی نہیں کیے جا سکتے۔

اِن امریکی اور اسرائیلی یہودیوں کے عالمِ اسلام کے بارے میں جو بھی خیالات ہیں، وہ ہم سب پر پوری طرح مترشح ہیں۔ ٹرمپ کی یہود دوستی کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے نیویارک ٹائمز کی مشہور تجزیہ نگار ازابیل کریشنر نے اپنے ایک حالیہ طویل مقالے میں لکھا ہے: ''ڈونلڈ ٹرمپ کی کامیابی سے اسرائیل میں کٹر یہودیوں اور فلسطین مخالف سیاستدانوں کے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔ ٹرمپ کی کامیابی کی خبر سنتے ہی ایک اسرائیلی وزیر نفتالی بینٹ نے ان الفاظ میں نعرہ لگایا تھا: 'اب فلسطین کا شوروغوغا ختم'۔ اور اسرائیلی وزیر داخلہ ایری ڈیری نے ٹرمپ کی جیت پر چہکتے ہوئے کہا تھا: 'یہ تو ہمارے حق میں معجزہ ہوا ہے، یوں کہیے کہ خدا نے اسرائیل کی فتوحات کے دروازے کھول دیے ہیں'۔ اسرائیلی یہودیوں کی یہ طمانیت واضح طور پر ڈونلڈ ٹرمپ کی اسرائیل نوازی کو بے نقاب

° دانش ور اور صحافی، اسلام آباد

کررہی ہے! وہ اسرائیلی یہودیوں کے مفادات کے تحفظ میں کہاں تک جا سکتے ہیں، اس حوالے سے ۲۲ دسمبر ۲۰۱۶ء کو ایک عجب واقعہ رُونما ہوا۔ دسمبر کے آخری ہفتے مصر اقوامِ متحدہ میں فلسطینی زمینوں پر زبردستی اسرائیلی بستیاں بسائے جانے کے خلاف ایک قرارداد لانے جارہا تھا۔ اسرائیل حقیقی معنوں میں اس ممکنہ مصری اقدام سے بہت خائف تھا؛ چنانچہ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے ڈونلڈ ٹرمپ سے رابطہ کیا کہ وہ مصر پر دباؤ ڈالے کہ اقوامِ متحدہ میں یہ قرارداد لانے سے باز رہے۔ اصولی طور پر نیتن یاہو کی طرف سے ڈونلڈ ٹرمپ سے یہ مطالبہ کرنا سراسر غیرقانونی تھا کہ ابھی تو ٹرمپ نے امریکی صدر کا باقاعدہ حلف بھی نہیں اٹھایا تھا، لیکن اس کے باوجود ٹرمپ نے مصری صدر کو فون کرکے اسرائیل کے خلاف مذکورہ قرارداد لانے سے منع کردیا۔

صدر ٹرمپ نے اسرائیل میں جس شخص کو بطور امریکی سفیر منتخب کیا ہے، وہ بھی اپنی اسرائیل و یہودنوازی میں امریکا بھر میں شہرت رکھتے ہیں۔ اِن صاحب کا نام ہے: ڈیوڈ فریڈ مین۔ پیشے کے اعتبار سے وہ وکیل ہیں لیکن ایک مدت سے ٹرمپ کے سیاسی مشیر چلے آرہے ہیں۔ وہ ایسے اسرائیل نواز امریکیوں میں سرِفہرست ہیں، جو نہ صرف اسرائیل میں امریکی سفارت خانے کو بیت المقدس میں منتقل کرنے کے زبردست حامی ہیں بلکہ اُن کا کہنا ہے کہ اسرائیل کا دارالحکومت بھی یروشلم یا بیت المقدس ہی ہونا چاہیے۔ اِس سلسلے میں ڈیوڈ فریڈ مین کے یہ الفاظ ملاحظہ کیجیے: ''بیت المقدس اسرائیل کا 'ابدی اور غیرمنقسم' دارالحکومت ہے''۔

ڈیوڈ فریڈ مین فلسطین اور اسرائیل کے درمیان مجوزہ امن کے راستے 'دو ریاستی فارمولا' کے بھی مخالف ہیں اور کھلے بندوں اسرائیل میں دائیں بازو کے شدت پسند (یعنی مسلم دشمن) گروہوں کے پسندیدہ ہیں، بلکہ وہ فلسطین کے مغربی کنارے میں زبردستی یہودیوں کی مزید بستیاں بسانے کے بھی حامی ہیں (واضح رہے کہ مغربی کنارے میں فلسطینیوں کی تعداد ۲۶ لاکھ ہے، جب کہ اُن کے بیچوں بیچ ۴ لاکھ اسرائیلی یہودی بھی زورزبردستی آباد ہوچکے ہیں)۔ صدارتی مہم کے دوران فلوریڈا کے ایک جلسے میں، جہاں کثیر تعداد میں یہودی سامعین موجود تھے اور ڈیوڈ فریڈ مین بھی حاضر تھا، ٹرمپ نے کہا تھا: ''فریڈ مین امریکا اور اسرائیل کے درمیان خصوصی تعلق کو برقرار بھی رکھے گا اور اِس تعلق کو خوب نبھائے گا''۔ صدر منتخب ہوکر ٹرمپ نے اِنھی اسرائیل و یہودنواز

ڈیوڈ فریڈ مین کو اسرائیل میں امریکا کا سفیر متعین کر کے اپنا وعدہ بھی نبھایا ہے اور امریکی و اسرائیلی کٹر یہودیوں کو بھی خوش کر دیا ہے۔ فلسطینی قیادت فریڈ مین کی تعیناتی پر سخت مضطرب ہے۔ اسی لیے پی ایل او کے سیکریٹری جنرل، صائب اریکات، نے کہا ہے کہ ڈیوڈ فریڈ مین اور نئی امریکی قیادت بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت بنانے اور امریکی سفارتخانہ تل ابیب سے یروشلم منتقل کرنے کی باتیں کرنے سے باز رہے۔ دوسری طرف اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے فریڈ مین کی تعیناتی پر گہرے اطمینان کا اظہار کیا ہے۔

ٹائم، میگزین کے معروف تجزیہ نگار کارل وِک نے اسرائیل میں متعین کیے جانے والے اِس امریکی سفیر کی تعیناتی پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں لکھا ہے: ''ٹرمپ نے فریڈ مین کو، جو کہ امریکی صدر ٹرمپ کے جُوا خانوں کے قانونی معاملات کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھا، اسے اسرائیل میں امریکا کا سفیر لگا کر یہ عندیہ دیا ہے کہ وہ فلسطین کے خلاف اسرائیل کی توسیع پسندی کے حق میں ہے۔ اِس تعیناتی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ٹرمپ نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ مغربی کنارے پر بھی اسرائیل کو اپنی بستیاں بسانے کا پورا پورا حق ہے۔ یہ اشارہ اور فیصلہ اب تک فلسطین کے حوالے سے جاری امریکی پالیسیوں کے بالکل برعکس ہے، جس کے نتائج مہلک ہوں گے''۔

ڈونلڈ ٹرمپ کے اسرائیل نواز اور دنیا بھر میں پھیلے یہودیوں کے مفادات کا حامی اور محافظ ہونے کی گواہی خود اسرائیلی میڈیا دے رہا ہے۔ ٹرمپ کا بذاتِ خود اُن معروف، مؤثر اور ثروت مند امریکیوں میں شمار ہوتا ہے، جنھوں نے ہمیشہ اِس امر کی وکالت اور حمایت کی ہے کہ اسرائیل کا دارالحکومت تل ابیب نہیں، یروشلم ہونا چاہیے۔

یروشلم مسلمانوں، مسیحیوں اور یہودیوں کے لیے یکساں طور پر محترم اور مکرم ہے۔ مسلمانوں کا قبلہ اوّل اِسی تاریخی اور قدیم شہر میں ہے۔ بیت المقدس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے بعد ساری دنیا کے مسلمان بیت المقدس کی حُرمت و تقدس پر جان چھڑکتے ہیں۔ اہلِ یہود کی مذہبی نشانیاں (دیوارِ گریہ اور ہیکلِ سلیمانی) بھی اِسی شہر میں ہیں۔ عیسائیوں کا 'بیت اللحم' (وہ تاریخی مقام جہاں روایات کے مطابق سیدنا مسیحؑ کی ولادت ہوئی) بھی اِسی شہر کا دل آویز جُزو ہے؛ چنانچہ عالمی اہلِ دانش کا اصرار ہے کہ شہرِ یروشلم کو سیاست اور اقتدار کے

بکھیڑوں سے علیحدہ رکھتے ہوئے اِسے اسرائیلی دارالحکومت نہ بنایا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اس کے باوجود صہیونی اسرائیلیوں کی تمنا یہی ہے کہ یروشلم ہی اُن کا مرکزی دارالحکومت ہو۔ ڈونلڈ ٹرمپ اِنھی انتہا پسند یہودیوں کے دلوں میں جگہ بنانے کے لیے اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے جارہے ہیں۔

اسرائیلی ذرائع ابلاغ نے اس امر کا بھی انکشاف کیا ہے کہ نومنتخب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ مقبوضہ فلسطین میں یہودی آباد کاری اور اسرائیلی توسیع پسندی کے ایک بڑے ڈونر ہیں۔ وہ فلسطینیوں کی زمینوں پر قبضہ کر کے وہاں اسرائیلی یہودیوں کے لیے رہایشی مکانات، مارکیٹیں اور تعلیمی ادارے بنانے کے لیے عطیات کی شکل میں نقد سرمایہ فراہم کرتے رہے ہیں۔ فلسطینیوں کی زمینوں پر زور زبردستی یہودی آباد کاری ہمیشہ سے ایک سنگین مسئلہ رہا ہے۔ اسی تنازعے کا یہ بھی شاخسانہ ہے کہ ۱۹۸۰ء میں غزہ کی پٹی سے، جہاں فلسطینی اکثریت میں آباد ہیں، عالمی دباؤ پر نئے آباد کار یہودیوں کو بے دخل کر دیا گیا تھا۔ اور یہ مسٹر ٹرمپ ہیں جنھوں نے ان نکالے گئے یہودیوں کو پھر سے آباد کرنے کے لیے اسرائیل کو کروڑوں ڈالر کی امداد فراہم کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۹ نومبر ۲۰۱۶ء کو امریکی انتخابات میں تقریباً سبھی امریکی یہودیوں نے متفقہ طور پر اپنے ووٹ ٹرمپ کے حق میں ڈالے اور اُنھیں کامیاب و کامران بنایا۔

کہا جاتا ہے کہ کٹر یہودی مذہبی طبقات میں کسی بھی ایسے شخص یا گروہ کو دل سے قبول نہیں کیا جاتا جو کوئی دوسرا مذہب چھوڑ کر یہودیت قبول کر لے۔ لیکن ڈونلڈ ٹرمپ کے معاملے میں اُلٹی گنگا بہا دی گئی ہے۔ ٹرمپ کی بڑی بیٹی ایوانکا ٹرمپ (۳۵ سالہ) نے شادی سے پہلے عیسائی مذہب چھوڑ کر یہودیت اختیار کر لی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے محبوب جیئرڈ کُشنر سے، جو نیویارک کے ایک نہایت متموّل اور قدیمی یہودی خاندان سے تعلق رکھتا ہے، شادی کرنا چاہتی تھی۔ کُشنر اور اُس کے خاندان کے دباؤ اور خوشنودی کی خاطر ایوانکا یہودی ہوگئی۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا۔ اب اس کے تین بچے ہیں۔ ایوانکا اپنے والد کے بہت قریب اور 'ڈونلڈ ٹرمپ فاؤنڈیشن' کی سربراہ بھی ہے، ارب پتی والد کے تمام کاروبار کی شریک اور معتمد مشیر بھی۔ صدارتی انتخابات میں وہ ٹرمپ کے ساتھ ساتھ تھی۔ امریکی میڈیا میں بار بار یہ منظر نمایاں طور پر دکھائی دیا ہے کہ جب بھی ٹرمپ یہودی ووٹروں کے ہاں گئے، وہ اپنی اس بیٹی اور اس کے بچے بھی ساتھ لے جاتے

اور اُنھیں گود میں اٹھا کر کہتے: ''یہودیوں اور اسرائیل سے میری دوستی اور محبت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ میرے نواسے یہودی ہیں، میری سب سے عزیز بیٹی بھی یہودی ہے، میرا داماد بھی یہودی ہے اور وہ آپ سب کا جانا پہچانا ہے اور اُس کا سارا یہودی خاندان بھی''۔

ڈونلڈ ٹرمپ کو اپنی اسی یہودی بیٹی کی وجہ سے اپنے یہودی داماد پر، اپنے بیٹوں کے مقابلے میں، زیادہ اعتبار ہے۔ ایوانکا پر ٹرمپ کو کس قدر اعتبار ہے، اس کی ایک اور مثال سامنے آتی ہے: ابھی ٹرمپ نے باقاعدہ امریکی صدر کا حلف بھی نہیں اٹھایا تھا کہ جاپانی وزیراعظم شانزو ایبے نے ۱۸ نومبر ۲۰۱۶ء کو نیویارک میں ٹرمپ سے ملاقات کی۔ وہ امریکا کے سرکاری دورے پر آئے ہوئے تھے، اس لیے نومنتخب امریکی صدر سے بھی ملنا مناسب سمجھا۔ اور دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اس ملاقات میں ٹرمپ کی یہی صاحبزادی بھی موجود تھیں۔ جاپانی وزارتِ خارجہ کو اس محترمہ کی موجودگی گراں تو گزرتی رہی مگر وہ بوجوہ خاموش ہی رہے کہ پہلے ہی ٹرمپ نے جاپان کو ملفوف انداز میں کچھ دھمکیاں دے رکھی تھیں۔

امریکا کے ایک ممتاز اخبار نویس آین گرین ہالگ نے ایک مشہور امریکی جریدے میں مفصل مضمون میں حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ کے اصل صلاح کار، تمام کے تمام یہودی النسل بھی ہیں اور اُن کے اسرائیل کے ساتھ گہرے اور دیرینہ تعلقات بھی استوار ہیں۔ یہ مضمون Meet The Jews in Donald Trump's Inner Circle کے زیرعنوان شائع ہوا ہے۔ اِس چشم کشا مضمون کی اشاعت کے آغاز میں ایڈیٹر نے ایک ضروری نوٹ ان الفاظ میں لکھا ہے: ''ڈونلڈ ٹرمپ امریکی و اسرائیلی یہودیوں کے حصار میں ہیں، سیاست میں بھی، کاروبار میں بھی، اور مشاورت میں بھی۔ وہ ان کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ نومنتخب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ فی الحقیقت یہودیوں کی کٹھ پُتلی بن چکے ہیں''۔

اس کے بعد مضمون نگار آین گرین ہالگ نے تصویروں کے ساتھ اُن اہم ترین ۱۰/افراد کا ذکر کیا ہے، جنھوں نے امریکا کے نئے صدر ٹرمپ کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اِن اہم افراد کے نام یہ ہیں: اسٹیفن بینن، جین گرین بلاٹ، ڈیوڈ فریڈمین، جیرڈ کُشنر، ایوانکا ٹرمپ، بورس آپشٹن، اسٹیفن ملر، اسٹیون مناہم، لیوس آئزن برگ اور مائیکل گاسز۔ مذکورہ تمام افراد کے

تعارف میں مضمون نگار کے الفاظ پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ ان اشخاص کی مرتب کردہ پالیسیوں اور دیے گئے مشوروں پر اگر ٹرمپ نے عمل کیا تو فلسطین، عالمِ عرب اور کشمیری مسلمانوں کا بھلا ہرگز نہیں ہوگا اور نہ مشرقِ وسطیٰ میں لگی آگ بجھانے کی کوئی کوشش معرضِ عمل میں آئے گی۔

اسرائیل کے ایک مشہور اخبار دی ٹائمز آف اسرائیل کے تجزیہ نگار اڈیو سٹرمین نے ۹نومبر ۲۰۱۶ء کو امریکی صدارتی انتخابات کے دوران لکھا تھا: ''اسرائیل کا تمام عبرانی میڈیا ڈونلڈ ٹرمپ کی حمایت کر رہا ہے۔ عبرانی زبان میں شائع ہونے والے اسرائیلی اخبارات اور نشر ہونے والے پروگراموں نے اپنے تجزیوں اور حمایت کے سارے انڈے ٹرمپ کی ٹوکری میں ڈال دیے ہیں۔ حیرت ہے کہ خالص یہودی مفادات کے پرچارک اور محافظ دو بڑے اسرائیلی اخبارات (ادیوت اخانوت اور ہارٹز) بھی صرف ٹرمپ کی حمایت کر رہے ہیں''۔

انتخابات جیتنے کے بعد ڈونلڈ ٹرمپ کو مبارک باد کا سب سے پہلا فون اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے کیا تھا۔ یاہو نے ٹرمپ کو 'اسرائیل کا سچا اور کھرا دوست' کے نام سے یاد کیا۔ جواب میں ٹرمپ نے کہا تھا: ''آج مَیں نہیں جیتا، بلکہ آپ کا بھائی فتح یاب ہوا ہے''۔ اور نیتن یاہو دنیا کے پہلے سربراہِ مملکت ہیں، جنھیں ڈونلڈ ٹرمپ نے امریکی دورے کی دعوت دی۔

اسرائیلی یہودیوں سے ٹرمپ کی گہری دوستی کا ایک مظاہرہ دسمبر کے آخری ہفتے میں بھی سامنے آیا۔ ۲۷دسمبر ۲۰۱۶ء کو اقوامِ متحدہ نے کثرتِ رائے سے ایک قرارداد منظور کی جس میں اعلان کیا گیا کہ: ''مغربی کنارے اور بیت المقدس کے مشرقی علاقے میں اسرائیلی بستیاں بسانا غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے''۔ تب امریکی وزیر خارجہ، جان کیری، نے کہا تھا کہ: ''اسرائیلی اقدامات دو ریاستی فارمولے کو سبوتاژ کرنے کا باعث بن رہے ہیں''۔ چنانچہ نیتن یاہو نے پلٹ کر امریکا کی بھی بےعزتی کی اور ہر اُس ملک کی بھی، جس نے اسرائیل کے خلاف ووٹ دیا تھا۔ تاہم، صدر ٹرمپ نے اِس قرارداد کی مخالفت اور اسرائیل کی حمایت کرتے ہوئے اقوامِ متحدہ کا بھی مذاق اڑایا اور کہا: ''یواین او محض اچھا وقت گزارنے کے لیے ایک کلب ہے''۔ ٹرمپ صاحب نے اسرائیل کو ہلہ شیری دیتے ہوئے مزید کہا: ''نیتن یاہو (اسرائیلی وزیر اعظم) کو نہ بے صبری کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور نہ ہمت ہارنی چاہیے۔ اسرائیل خاطر جمع رکھے''۔